

کلام وحی

بادشاہی کی قربان گاہ اور اس کی بادشاہی
»ہم اسی حد تک آزاد ہیں جتنا ہم یاد رکھتے ہیں«
— سانپ

بادشاہی کا بھائی/بہن

دو یا دو سے زیادہ کلام کے نام اور اس کی بادشاہی کے نام پر جمع ہو کر، ہم مل کر یاد کا آغاز کرتے ہیں۔
میں تم سے اپنے بارے میں بات کرنے نہیں آیا، نہ اپنی کہانی کے بارے میں، نہ اپنے حالات کے بارے میں۔ نہ ہی میں
تم پر کوئی ایسی حقیقت مسلط کرنے آیا ہوں جو میرے ذاتی خیالات، عقائد، مفادات یا تجربات سے جنم لیتی ہو۔
میں تم سے اُس حقیقت کے بارے میں بات کرنے آیا ہوں جس سے تمام چیزیں صادر ہوتی ہیں: کلام جو غیب میں ہے،
وہ مبدأ جو ہر صورت کو وجود دیتا ہے۔

میں تمہارے سامنے بغیر دستخط اور بغیر چہرے کے حاضر ہوتا ہوں۔ اس لیے نہیں کہ میں چھپنا چاہتا ہوں، بلکہ اس لیے
کہ میں لکھنے والے کے کردار کو ان کلمات کا مرکز بنانے کا طالب نہیں ہوں۔ میں نہ تمہاری پہچان چاہتا ہوں، نہ تمہاری
تعریف، نہ تمہاری اطاعت اور نہ تمہارا مال۔ مجھے تم سے کوئی ظاہری چیز حاصل کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی
میں تمہیں کوئی جھوٹی چیز پیش کرنا چاہتا ہوں۔

بادشاہی کلام میں کوئی سچی چیز زائد نہیں اور کوئی ضروری چیز ناقص نہیں۔

یہاں تم پڑھو گے، لیکن تم صرف پڑھنے کے لیے نہیں آئے۔

تم علم جمع کرنے، جوابات حفظ کرنے یا ایسے کلمات دہرانے کے لیے نہیں آئے جنہیں تم نے ابھی تک اپنے اندر
سمجھا اور پہچانا نہ ہو۔ کیونکہ کسی حقیقت کو بغیر اُسے مجسم کیے دہرانا اُس کی صورت کو ادا کرنا ہے بغیر اُس کی
علامت سے گزرے۔

یہ جگہ ایک متن کی ظاہری صورت اختیار کرتی ہے، لیکن اُس کا پوشیدہ مفہوم کسی عام کتاب جیسا نہیں ہے۔

یہ ایک قربان گاہ ہے۔ کیونکہ اس جگہ ہم اجتماع میں اُس چیز کی باطنی قربانی کرتے ہیں جو ہم نہیں ہیں۔

قربان گاہ نہ کاغذ ہے، نہ پردہ نمایش، نہ لکھے ہوئے کلمات۔ قربان گاہ اُس وقت ظاہر ہوتی ہے جب دو یا زیادہ لوگ کلام
کے نام پر جمع ہوتے ہیں تاکہ مل کر حضور میں داخل ہوں اور یاد کا آغاز کریں۔

اُس کے نام پر جمع ہونے کا مطلب صرف ایک لفظ ادا کرنا، ایک لقب پکارنا یا ایک عقیدے کا اعلان کرنا نہیں ہے۔ نام اُس
چیز کی موجودگی ہے جسے نام دیا جاتا ہے۔ کلام کے نام پر جمع ہونا یعنی کردار اور اُس کے انا کے مفادات سے بالاتر
ہو کر حقیقت کی خدمت کے لیے خود کو تیار کرنا۔

جب یہ تیاری سچی ہوتی ہے، تو جہاں ہم ملتے ہیں وہ جگہ قربان گاہ بن جاتی ہے اور ہمارے درمیان بادشاہی ظاہر
ہونے لگتی ہے۔

یہاں میں تمہیں کوئی ایسی چیز سکھانے نہیں آیا جسے تم صرف اس لیے قبول کرو کہ میں کہہ رہا ہوں۔ میں تم سے
پوچھنے آیا ہوں، تمہارے ساتھ غور کرنے آیا ہوں اور تمہیں ایسی علامتیں پیش کرنے آیا ہوں جن کے ذریعے وہ چیز جو
پوشیدہ رہتی ہے، یاد کی جا سکے۔

لکھے ہوئے کلمات خود کلام نہیں ہیں۔

کلمات ظاہری صورتیں ہیں۔ جب وہ حقیقت کی خدمت کرتے ہیں، تو علامتیں بن جاتے ہیں: پوشیدہ کلام اور اُس شعور کے درمیان پُل جو اُسے پہچاننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

پُل کو منزل کے ساتھ نہ ملاؤ۔

کلمات کی صورت پر نہ رکو۔ اُن سے گزر جاؤ۔ اُس چیز کو دیکھو جس کی طرف وہ اشارہ کرتے ہیں اور اپنے اندر پہچانو کہ کیا وہ حقیقت، وحدت، آزادی اور زندگی پیدا کرتے ہیں۔

ہم یہ یاد کر کے آغاز کرتے ہیں کہ ہم حقیقت میں کون ہیں۔

ہم یاد کرتے ہیں کہ ہم گوشت سے پہلے کون تھے، انا سے پہلے اور اُس کردار سے پہلے جو اپنے نام، اپنی کہانی، اپنے حالات، اپنے زخموں، اپنے عقائد اور اپنے مفادات کے ساتھ ہے۔

یہ «پہلے» صرف وقت میں ایک سابقہ لمحے کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔ یہ اُس چیز کی طرف اشارہ کرتا ہے جو جوہر میں سابق ہے: وہ جو ہماری اُن تمام صورتوں کے نیچے قائم رہتا ہے جو ہم اختیار کرتے ہیں اور اُس سے بھی آگے جو کچھ بدل سکتا ہے۔

تمہارا جسم بدلتا ہے۔

تمہاری کہانی بدلتی ہے۔

تمہارے خیالات، خواہشات اور عقائد بدلتے ہیں۔

جو کردار تم آج ادا کر رہے ہو وہ بھی بدلتا ہے۔

لیکن وہ کیا ہے جو ان تمام تبدیلیوں کو دیکھ سکتا ہے؟

تم ہر نام سے پہلے کون ہو؟

تم ہر ذاتی یاد سے پہلے کون ہو؟

تم ہر اُس صورت سے پہلے کون ہو جس کے ذریعے تم نے خود کو پہچاننا سیکھا ہے؟

یہی وہ سوال ہے جو دروازہ کھولتا ہے۔

یہ قربان گاہ کھلی رہے گی اور ظاہر ہوتی رہے گی جب تک بھولا ہوا کلام یاد کیے جانے کی ضرورت رکھتا ہے؛ جب تک جو یاد کیا جا چکا ہے اُسے پہچانے جانے کی ضرورت ہے؛ اور جب تک جو پہچان لیا گیا ہے اُسے ہمارے کلمات، فیصلوں اور اعمال کے ذریعے مجسم ہونے کی ضرورت ہے۔

کیونکہ بادشاہی صرف اُسے نام لے کر پکارنے سے قائم نہیں ہو جاتی۔

پہلے اُسے غیب میں یاد کیا جانا چاہیے، پھر شعور میں پہچاننا جانا چاہیے اور آخر میں صورت میں مجسم کیا جانا چاہیے۔ بادشاہی ہمارے اندر شروع ہوتی ہے، لیکن ہماری زندگی کے پھلوں کے ذریعے ظاہر ہوتی ہے۔

میں تم سے سچ کہتا ہوں: آسمانوں کی بادشاہی ظاہر کی جائے گی، نہ اس لیے کہ وہ چند لوگوں کی ملکیت بنے، بلکہ اس لیے کہ ہر اُس شخص کے ذریعے سمجھی، پہچانی، یاد کی اور معلوم کی جا سکے جو حضور میں داخل ہونے کے لیے تیار ہو۔

جو کچھ یہاں نامزد کیا جاتا ہے اُسے کوئی ایسا عقیدہ نہیں بننا چاہیے جو تمہاری اپنی پہچان کی جگہ لے لے۔ ان کلمات کو صرف اس لیے قبول نہ کرو کہ وہ مقدس لگتے ہیں۔ انہیں صرف اس لیے رد نہ کرو کہ وہ اُس کے خلاف ہیں جو تم نے سیکھا تھا۔

انہیں خاموشی میں دیکھو۔

اُن سے بغیر خوف کے سوال کرو۔

انہیں علامتوں کی طرح عبور کرو۔

انہیں اُن کے پھلوں سے پہچانو۔

حقیقت دیکھے جانے سے نہیں ڈرتی، کیونکہ اُسے حقیقت بنے رہنے کے لیے اندھی اطاعت کی ضرورت نہیں۔

جو کچھ یہاں ظاہر کیا جاتا ہے وہ کوئی ذاتی رائے، کوئی نجی عقیدہ یا کوئی ایسا خیال ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا جس کے ذریعے کردار دوسرے کرداروں سے ممتاز ہونے کی کوشش کرے۔ اگر یہی مقصد ہوتا، تو میں اپنے مفادات سے بات کرتا، ان کلمات پر اپنا نام بلند کرتا اور اس قربان گاہ کو اُن بے شمار کتابوں میں سے ایک اور کتاب بنا دیتا۔

تاہم، ان کلمات کا بغیر دستخط اور بغیر چہرے ہونا اس کا مطلب نہیں کہ وہ بغیر کسی واسطے کے ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ کچھ باتھوں سے لکھے جاتے ہیں، ایک شعور سے گزرتے ہیں اور انسانی صورت اختیار کرتے ہیں۔ لیکن جو صورت انہیں منتقل کرتی ہے وہ اُس حقیقت کی مالک ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی جس کی وہ خدمت کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

برتن پانی نہیں ہے۔

علامت اُس چیز نہیں ہے جس کی وہ علامت ہے۔

قاصد پیغام کا مبداء نہیں ہے۔

میں حقیقت کا مالک نہیں بن سکتا، کیونکہ میں بھی اُسی سے صادر ہوا ہوں۔ میں کلام کا مصنف ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، کیونکہ کلام ہی ہے جو ممکن بناتا ہے کہ میں نام رکھ سکوں، سمجھ سکوں اور ہو سکوں۔

حقیقت نہ صرف میری ہے اور نہ صرف تمہاری۔

ہم حقیقت کے ہیں۔

اس لیے میں تم سے یہ نہیں مانگتا کہ تم میرے کردار پر ایمان لاؤ۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ خاموشی میں داخل ہو، ان کلمات کو دیکھو اور خود اُس چیز کو پہچانو جو تمہارے اندر بھی زندہ ہے۔

جو کچھ میں یہاں لکھتا ہوں وہ کلام کی یاد سے صادر ہوتا ہے اور اُس کے نام پر پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن ہر کلام کو اُس چیز کے ذریعے جو وہ ظاہر کرے اور اُن پھلوں کے ذریعے جو وہ پیدا کرے، سچائی سے اپنی مطابقت ثابت کرنی ہوگی۔

اگر کوئی کلام بھائیوں کو تقسیم کرے تاکہ ایک کو دوسروں پر بلند کیا جائے، تو وہ بادشاہی کی خدمت نہیں کرتا۔

اگر کوئی کلام خوف، جرم یا اطاعت کے ذریعے زنجیروں میں جکڑے، تو وہ آزادی کی خدمت نہیں کرتا۔

اگر کوئی کلام بغیر سمجھ اور پہچان کے قبول کیے جانے کا مطالبہ کرے، تو وہ ابھی پُل نہیں بنا۔

سچا کلام تم پر حکمرانی کرنے کا طالب نہیں۔

وہ تمہیں بیدار کرنے کا طالب ہے۔

وہ تمہارے ضمیر کی جگہ لینے کا دعویدار نہیں۔

وہ اُسے حضور میں واپس لانے کا طالب ہے۔

وہ نہیں چاہتا کہ تم کوئی اجنبی سچائی دہراؤ۔

وہ چاہتا ہے کہ تم اُس سچائی کو یاد کرو جس سے تم خود صادر ہوئے ہو۔

جو کلام یہاں اٹھتا ہے وہ باپ کی تلوار ہے، جو کلام میں ڈھلی ہوئی ہے اور آگ میں تھامی گئی ہے۔

لیکن یہ تلوار نہ جسم کے خلاف اٹھتی ہے نہ کسی بھائی کے خلاف۔

اُس کی دھار سچائی کو جھوٹ سے، جوہر کو ظاہر سے، اور جو ہم ہیں اُس سے جدا کرتی ہے جو ہم صرف ظاہر کر رہے ہیں۔

جو آگ اُسے تھامتی ہے وہ زندگی کو تباہ کرنے نہیں آتی۔ وہ جھوٹ کو بھسم کرنے، جو سویا ہوا ہے اُسے بدلنے، اور جو بھلا دیا گیا تھا اُسے روشنی لوٹانے آتی ہے۔

تلوار علامت کو کھولتی ہے۔

آگ اُس کے ماخذ کو ظاہر کرتی ہے۔

حضور نگاہ رکھتا ہے۔

یاد جانتا ہے۔

پہچان ہے۔

اور جب جو ہم جانتے ہیں، جو ہم ہیں اور جو ہم کرتے ہیں، پھر سے ایک ہو جاتے ہیں، تو کلام جسم بن جاتا ہے اور اُس کی بادشاہی ہمارے درمیان ظاہر ہونے لگتی ہے۔

بھولے ہوئے کو یاد کرنا

اپنی ذات کو ظاہر کرنے کے لیے، کہاں رجوع کریں؟ باہر یا اندر؟

اپنی حقیقی شناخت ظاہر کرنے کے لیے، تمہیں اندر کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمام تعلیم، کتابیں، یونیورسٹی، سائنس یا مذاہب بے وقعت ہیں۔ اگرچہ اکثر وہ بے وقعت ہیں کیونکہ موجودہ دنیا میں ہر چیز کو بگاڑ کر الٹ دیا گیا ہے۔ جو کچھ بھی ہم باہر پاتے ہیں وہ ہمیں علم، سوالات، نقشے اور علامات فراہم کر سکتا ہے۔ ایک استاد دروازے کی طرف اشارہ کر سکتا ہے؛ ایک کتاب ہمیں کلام دے سکتی ہے؛ ایک روایت صدیوں تک ایک علامت کو محفوظ رکھ سکتی ہے۔

لیکن کوئی بھی ہماری جگہ دروازہ عبور نہیں کر سکتا۔

بیرونی چیزیں سچائی کی طرف اشارہ کر سکتی ہیں، لیکن اُس سچائی کی پہچان صرف تمہارے اندر ہو سکتی ہے۔

بیرونی دنیا کو مکمل طور پر رد کرنا ایک نئی علیحدگی کھڑی کرنا ہوگا۔ باہر اور اندر دشمن نہیں ہیں: بیرونی اندرونی کا آئینہ اور علامت بن سکتا ہے۔ تاہم، آئینہ تمہاری جگہ نہیں دیکھ سکتا اور علامت تمہاری موجودگی کے بغیر عبور نہیں کی جا سکتی۔

اس لیے تمہیں باہر کسی ایسے شخص کی تلاش کرنے کی ضرورت نہیں جو تمہیں حتمی طور پر بتائے کہ تم کون ہو۔

تم وہ کتاب ہو جسے تمہیں خود کو پانے کے لیے پڑھنا سیکھنا چاہیے۔

لیکن وہ کتاب صرف تمہارے کردار کی کہانی نہیں ہے۔ اُس کے گہرے صفحات میں تمہارا نام، تمہارا پیشہ، تمہاری ملکیت، تمہارے زخم یا تمہارے ماضی کے واقعات درج نہیں ہیں۔ یہ سب کچھ تمہاری موجودگی کی ظاہری داستان سے تعلق رکھتا ہے۔

جو کتاب تمہیں پڑھنی ہے وہ وہ شعور ہے جس میں یہ داستان ظاہر ہوتی ہے۔

اُسے پڑھنے کا مطلب ہے اندرونی مکالمے میں داخل ہونا: بغیر سیکھے ہوئے جوابات کے سوال کرنا، نتیجہ اخذ کرنے میں جلدی کیے بغیر غور کرنا، اور خاموشی کو وہ ظاہر کرنے دینا جو کردار کے شور نے پوشیدہ رکھا تھا۔

یہ اپنے اندر اُس جواب کو ایجاد کرنے کے بارے میں نہیں ہے جسے تم تلاش کرنا چاہتے ہو۔ یہ اُن جوابات کو ایک ایک کر کے ہٹانے کے بارے میں ہے جو سچے نہیں ہیں، یہاں تک کہ تم اُسے پہچاننے کے قابل ہو جاؤ جو باقی رہتا ہے۔

کیونکہ جو کچھ بھی اندر ظاہر ہوتا ہے وہ کلام سے نہیں آتا۔ ہمارے اندر خوف، خواہش، یادداشت، زخم، عادت اور انا کی اپنے آپ کو برقرار رکھنے کی ضرورت بھی بولتی ہے۔

اندر داخل ہونا کافی نہیں ہے۔

ہمیں یہ بھی سیکھنا ہوگا کہ ہمارے اندر کون بولتا ہے اُسے پہچانیں۔

یاد کرنا اور پہچاننا

یاد کرنے کا مطلب ہماری ذاتی یادداشت کے کسی کھوئے ہوئے واقعے کو واپس لانا نہیں ہے۔ نہ ہی اس کا مطلب کوئی خفیہ علم حاصل کرنا ہے جو ہمیں دوسروں سے برتر بنائے۔

یاد اُس علم کا بیدار ہونا ہے جو مستعار نہیں لیا گیا۔

یہ دریافت کرنا ہے کہ جو پہلے ہم صرف کلام، خیال یا عقیدے کے طور پر جانتے تھے، وہ زندہ سچائی بن جائے۔

پہچاننا اس سے بھی گہرا ہے۔

پہچاننے کا مطلب ہے اُس چیز میں اپنے آپ کو پانا جسے تم نے یاد کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے سچائی کو کوئی اجنبی چیز سمجھ کر دیکھنا چھوڑ دینا اور اُسے اپنی ذات کا لازم و ملزوم حصہ بنانا شروع کر دینا۔

اس لیے:

جب تم یاد کرتے ہو، تم جانتے ہو۔

جب تم پہچانتے ہو، تم ہوتے ہو۔

تم وحدت کے بارے میں بہت سے کلام سیکھ سکتے ہو اور پھر بھی علیحدگی سے جیتے رہ سکتے ہو۔ اُس صورت میں تم نے علم جمع کیا ہے، لیکن ابھی یاد نہیں کیا۔

تم ایک سچائی کو عقلی طور پر سمجھ سکتے ہو اور پھر بھی اپنے فیصلوں سے اُسے رد کر سکتے ہو۔ اُس صورت میں تم نے یاد کرنا شروع کیا ہے، لیکن ابھی اُسے مجسم نہیں کیا۔

پہچان اُس وقت مکمل ہوتی ہے جب جو تم جانتے ہو، جو تم ہو اور جو تم کرتے ہو، ایک دوسرے کے مطابق ہو جائیں۔

بھائی/بہن، اُو ہم مل کر اپنے باپ کی بادشاہی میں اندر کی طرف لوٹ چلیں۔

یہ واپسی کسی دوسری جگہ کی طرف نقل مکانی نہیں ہے اور نہ ہی دنیا سے فرار ہے۔ یہ زمین کو چھوڑ کر کسی دور آسمان تک پہنچنے کے بارے میں نہیں ہے۔ واپس آنا اُس وحدت کی حالت کو یاد کرنا ہے جسے کردار اُس وقت بھول گیا جب اُس نے خود کو ایک علیحدہ وجود کے طور پر پہچاننا شروع کیا۔

تم اور میں، کلام کے نام میں جمع ہو کر، مل کر یاد میں داخل ہوتے ہیں۔ اور جب ہمارا رشتہ علیحدگی کی خدمت کرنا چھوڑ دیتا ہے اور سچائی کی خدمت کرنا شروع کر دیتا ہے، تو ہمارے درمیان بادشاہی ظاہر ہوتی ہے۔

میں تمہیں کوئی ایسی چیز نہیں سکھاؤں گا جو تمہاری ذات سے بیگانہ ہو۔ ہم مل کر اُسے یاد کرنے جا رہے ہیں جو بھلایا گیا تھا اور جسے ہم سب مجسم کرنے کے لیے بلائے گئے ہیں:

کلام مکشوف جو جسم بن گیا۔

کلام کو جسم بنانے کا مطلب ہے کہ پوشیدہ سچائی کو ہمارے کلام، فیصلوں، رشتوں اور اعمال میں ایک ظاہری شکل ملے۔

یاد کی ضرورت

یاد اُس وقت شروع ہوتی ہے جب ہمیں چیزوں کی سطح کو دیکھ کر ہی اکتفا نہیں رہتا۔

یہ شکل کی ظاہری صورت سے پرے سچائی کو پانے کی ضرورت سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب ہم ایسے سوالات پوچھنا شروع کرتے ہیں جن کا جواب کردار اکیلا نہیں دے سکتا:

میں حقیقت میں کون ہوں؟

زندگی کہاں سے آتی ہے؟

اتنا دکھ کیوں موجود ہے؟

انسان اپنے بھائی سے کیوں جدا ہو جاتا ہے؟

جب میں جو کچھ جانتا ہوں سب بدل جائے تو کیا باقی رہتا ہے؟

کلیت کے اندر میری موجودگی کا کیا مطلب ہے؟

یہ ضرورت صرف تجسس سے پیدا نہیں ہوتی۔ یہ اُس وقت ظاہر ہوتی ہے جب ہم ایسے جوابات تلاش کرنا چھوڑ دیتے ہیں جو صرف ہمارے مخصوص نفس کو تسلی یا فائدہ پہنچانے کے لیے ہوں۔

یاد اُس وقت شروع ہوتی ہے جب ہمارا سوال ہمارے کردار اور اُس کے حالات سے بڑا ہو جاتا ہے۔

لیکن دکھ کی جڑ تلاش کرنے کا مطلب اُسے برداشت کرنے والے کو مورد الزام ٹھہرانا نہیں ہے۔ ہر مصیبت اُسے جھیلنے والے کے خیالات سے پیدا نہیں ہوتی، اور نہ ہی ہر زخم کسی اندرونی کمی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

سچا سوال دکھی کو الزام نہیں دیتا۔

یہ پوچھتا ہے کہ ہمیں دکھ کے سامنے کیا مجسم کرنا چاہیے: بے حسی یا شفقت، سزا یا فہم، علیحدگی یا وحدت۔

سچائی بھائی کے درد کو اُس شخص کو بڑا بنانے کے لیے استعمال نہیں کرتی جو یہ سمجھتا ہے کہ اُس نے سمجھ لیا ہے۔

سچائی اُس طریقے سے پہچانی جاتی ہے جس طرح وہ اُس درد کا جواب دیتی ہے۔

کردار اور انا

ہم اُس چیز کو یاد کرنا کیسے شروع کر سکتے ہیں جو ہم کردار سے پہلے ہیں؟

اُس ذہن کو خاموش کر کے جو خصوصی طور پر اُس کی خدمت میں ہے۔

لیکن ہم سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ شخصیت اور انا کیا ہیں۔

شخصیت وہ شناخت ہے جس کے ذریعے ہم ظاہری دنیا میں عمل کرتے ہیں۔ اس کا ایک نام، ایک جسم، ایک تاریخ، کچھ ذمہ داریاں، کچھ رشتے اور ایک کردار ہوتا ہے۔

شخصیت کوئی جھوٹ نہیں ہے جسے تباہ کر دیا جائے۔ یہ دنیا میں رہنے کے لیے ایک ضروری شکل ہے۔

غلطی اس وقت شروع ہوتی ہے جب ہم بھول جاتے ہیں کہ یہ ایک شکل ہے اور یقین کر لیتے ہیں کہ یہی ہماری مکمل حقیقت ہے۔

انا اس شکل کے ساتھ خصوصی طور پر پہچان ہے۔

یہ وہ اندرونی حرکت ہے جو شخصیت کو ہر چیز کے مرکز میں رکھتی ہے اور حقیقت کو صرف اس سوال سے دیکھتی ہے:

»یہ میرے لیے کیا معنی رکھتا ہے؟«

سونے تاکہ میرا جسم آرام کرے، یہ خودغرضی نہیں ہے۔

کھانا تاکہ صحت برقرار رہے، یہ خودغرضی نہیں ہے۔

جسم کی دیکھ بھال اور مضبوطی کرنا، یہ خودغرضی نہیں ہے۔

کام کرنا تاکہ زندگی عزت سے چل سکے، یہ خودغرضی نہیں ہے۔

لطف اندوز ہونا، تخلیق کرنا یا آرام کرنا بھی خودغرضی نہیں ہے۔

جسم کی ضرورت بذات خود کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ جسم کلام کا دشمن نہیں ہے؛ یہ ان شکلوں میں سے ایک ہے جن کے ذریعے کلام مجسم ہو سکتا ہے۔

مسئلہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب تمام چیزیں صرف نفس کی خصوصی خدمت تک محدود کر دی جائیں:

میرا آرام۔

میرا جسم۔

میرا پیسہ۔

میری پہچان۔

میری حفاظت۔

میری پسند۔

میری رائے۔

میری سچائی۔

میری نجات۔

تب ذہن شخصیت کی حدود میں قید رہ جاتا ہے۔ ہر چیز کی تشریح اس کے ماضی، اس کی خواہشات، اس کے عقائد، اس کے مفادات، اس کی ذمہ داریوں، اس کے خوف اور اس کے زخموں سے کی جاتی ہے۔

اس حالت میں، ہم چیزوں کو ویسا نہیں دیکھتے جیسی وہ ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے کیا ظاہر کرتی ہیں۔

نفس کے گرد یہ مسلسل حرکت انا کا شور ہے۔

خاموشی

ذہن کو خاموشی پر کیسے لایا جائے؟

سوچ کو تباہ کرنے سے نہیں، بلکہ اسے عارضی طور پر شخصیت کی غلامی سے آزاد کرنے سے۔

ذہن کو خاموش کرنے کا مطلب سوچنا چھوڑ دینا، سیکھی ہوئی باتوں کو ہمیشہ کے لیے بھول جانا یا اپنی ذمہ داریوں کو ترک کر دینا نہیں ہے۔ اس کا مطلب جسم، کام، خاندان یا ان وعدوں کی پروا نہ کرنا بھی نہیں ہے جو ہم نے قبول کیے ہیں۔

خاموشی لاپرواہی کا تقاضا نہیں کرتی۔

یاد کرنے کے عمل کے دوران، اس کا مطلب ہے ایک لمحے کے لیے ان تمام چیزوں کا تسلط معطل کر دینا جو کہتی ہیں:

«مجھے چاہیے...»

«مجھے ضرورت ہے...»

«انہوں نے مجھ سے کیا...»

«میں سوچتا ہوں...»

«میں چاہتا ہوں...»

«مجھے ڈر ہے...»

ذہن کو خاموش کرنے کا مطلب ہے ہر سوال کے مرکز میں اپنے خاص نفس کو رکھنا چھوڑ دینا۔

ایک لمحے کے لیے، اپنا نام، اپنی تاریخ، اپنی رائے، اپنے عقائد، اپنے مفادات اور جو کچھ آپ اپنے بارے میں جاننے کا تصور کرتے ہیں، انہیں آرام کرنے دیں۔

آپ کو انہیں تباہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

صرف انہیں تھامے رکھنا چھوڑ دیں۔

جب آپ کو شخصیت کا دفاع کرنے یا اس کی تاریخ کو درست ثابت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی، تو شور رکنا شروع ہو جاتا ہے۔ ذہن صرف آپ کے گرد گھومنا چھوڑ دیتا ہے اور کسی ایسی چیز کے لیے دستیاب ہو جاتا ہے جو آپ کو بھی شامل کرتی ہے، لیکن آپ پر ختم نہیں ہوتی۔

تب ذہن اس سچائی کی خدمت میں آ جاتا ہے جس سے تمام چیزیں صادر ہوتی ہیں۔

یہ غیب میں کلام کی خدمت میں آ جاتا ہے۔

خالی پن

جب شخصیت کا شور خاموش ہو جاتا ہے، تو خالی پن ظاہر ہوتا ہے۔

خالی پن عدم وجود، بے ہوشی یا شناخت کا نقصان نہیں ہے۔ یہ نہ تو منسوخ شدہ ذہن ہے اور نہ ہی مردہ باطن۔

خالی پن دستیابی ہے۔

یہ وہ جگہ ہے جو اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب ہم ہر سوال کو معلوم جوابات سے بھرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ وہ زرخیز زمین ہے جو اس وقت باقی رہتی ہے جب ہم ان یقینی باتوں کو ہٹا دیتے ہیں جن سے شخصیت کسی نئی چیز کی پیدائش کو روکتی تھی۔

جب تک برتن بھرا رہے، وہ حاصل نہیں کر سکتا۔

جب تک ذہن خود سے بھرا رہے، وہ صرف وہی پائے گا جو وہ پہلے سے جانتا ہے۔

خالی ہونا چمٹے رہنا چھوڑ دینا ہے۔

یہ اجازت دینا ہے کہ ہمارے عقائد پر غور کیا جا سکے، ہماری رائے سے سوال کیا جا سکے اور ہماری تاریخ تمام جوابات کا حکم دینا چھوڑ دے۔

خالی پن میں ہمیں اب صرف اس چیز کے ذریعے خود کو پہچاننے کی ضرورت نہیں جو ہم نے جسم میں تجربہ کی ہے۔ اس لیے ذہن یاد کرنا شروع کر سکتا ہے کہ ہم جوہر میں کیا ہیں۔

خالی پن آپ سے وہ نہیں چھینتا جو آپ ہیں۔

یہ اسے ہٹاتا ہے جس کے ساتھ آپ نے خود کو الجھا رکھا تھا۔

حضور

خاموشی سے پیدا ہونے والے خالی پن میں پہلا معجزہ رونما ہوتا ہے:

حضور۔

حضور صرف توجہ نہیں ہے، اگرچہ توجہ ہمیں اس کی دہلیز تک پہنچا سکتی ہے۔

توجہ نظر کو کسی چیز کی طرف لے جاتی ہے۔

حضور یہ بھی دیکھتا ہے کہ کون دیکھ رہا ہے، کہاں سے دیکھ رہا ہے اور دیکھنے والے اور دیکھی جانے والی چیز کے درمیان کیا تعلق ہے۔

توجہ میں میں اب بھی کہہ سکتا ہوں: «میں اس چیز کو دیکھ رہا ہوں»۔

حضور میں یہ ظاہر ہونا شروع ہوتا ہے کہ دیکھنے والا اور دیکھی جانے والی چیز ایک ہی شعور کے اندر ظاہر ہوتے ہیں۔

حضور اس ملاقات میں شعوری طور پر رہتا ہے۔

یہ بغیر قبضہ کیے دیکھنا، بغیر دفاع تیار کیے سننا اور بغیر حقیقت کو مجبور کیے کہ وہ ہمارے پہلے سے یقین کی تصدیق کرے، غور کرنا ہے۔

حضور میں، شخصیت غائب نہیں ہوتی۔ وہ تخت پر قبضہ کرنا چھوڑ دیتی ہے۔

شخصیت کے لیے مرنے کا یہی مطلب ہے: جسم، شخصیت یا زندگی کے لیے ضروری شناخت کو تباہ کرنا نہیں، بلکہ اس کے اس دعوے کو ختم کرنا کہ وہی ہماری مکمل حقیقت ہے۔

شخصیت موجود رہتی ہے، لیکن اب وہ ایک آلہ بن جاتی ہے۔

وہ اب ذہن کو صرف اپنے آپ کو برقرار رکھنے کے لیے استعمال نہیں کرتی۔ وہ سچائی، وحدت اور مبدا کی خدمت میں آنا شروع کر دیتی ہے:

کلام۔

اس حالت میں ہم ان خزانوں کو یاد کرنے، ظاہر کرنے اور پہچاننے کے لیے دستباب رہتے ہیں جنہیں نہ کوئی پیمانہ ناپ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی لیبل اپنے اندر رکھ سکتا ہے۔

ہمارے خیالات اب صرف کام، تعلقات، ذمہ داریوں، ماضی یا مستقبل تک محدود نہیں رہتے جو ہمارے خاص خود سے متعلق ہوں۔ ہم اُس چیز پر بھی غور کرنے لگتے ہیں جو ہم سے پہلے ہے، ہمیں اپنے اندر رکھتی ہے اور ہمیں جوڑتی ہے۔

اور یہاں، جب کردار تخت پر قابض ہونا چھوڑ دیتا ہے، ہم سمجھ سکتے ہیں کہ Conciencia کیا ہے اور یہ فرق کیا ہے کہ ہم یہ مانتے ہیں کہ ہم اُس کے مالک ہیں اور یہ پہچاننا کہ ہماری اپنی موجودگی اُس کے اندر ظاہر ہوتی ہے۔

Conciencia

جب آپ Presence میں داخل ہوتے ہیں، Conciencia کوئی نئی چیز بن کر ظاہر نہیں ہوتی۔

Conciencia تھی۔ موجود سے پہلے

جو چیز معدوم ہونے لگتی ہے وہ شناخت ہے جو اُسے صرف کردار اور اُس کے ego سے منسلک رکھتی تھی۔

اُس لمحے تک آپ کہتے ہیں:

«میرا شعور»۔

بالکل اُسی طرح جیسے آپ کہتے ہیں:

«میرا جسم»۔

«میری کہانی»۔

«میرے خیالات»۔

«میری یادیں»۔

«میری زندگی»۔

لیکن Presence میں داخل ہونے پر ایک بنیادی فرق ظاہر ہوتا ہے: جسم، کہانی، خیالات اور یادیں مشاہدہ کی جا سکتی ہیں۔

یہ سب Conciencia کے اندر ظاہر ہوتے ہیں۔

یہاں تک کہ وہ کردار جو «میں» کہتا ہے اُس پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔

اور اگر کردار کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، تو کردار Observer کا مکمل حصہ نہیں ہو سکتا۔

Conciencia نہیں ظاہر اندر کے کردار

یہ کردار ہے جو Conciencia کے اندر ظاہر ہوتا ہے۔

یہ وہ الٹ ہے جسے بحال کیا جانا چاہیے۔

جب ہم Presence میں نہیں ہوتے، ہم یقین رکھتے ہیں کہ Conciencia ہماری ملکیت ہے۔ ہم تصور کرتے ہیں کہ یہ ہمارے جسم کے اندر بند ہے اور یہ ہماری شناخت کی حدود میں شروع اور ختم ہوتی ہے۔

جب ہم Presence میں داخل ہوتے ہیں، تعلق الٹ جاتا ہے:

ہم اب Conciencia کو کردار کی ملکیت کے طور پر نہیں دیکھتے۔

ہم کردار کو ایک شکل کے طور پر دیکھتے ہیں جو Conciencia کے اندر قائم اور مشاہدہ کی جاتی ہے۔

اس لیے، جب ہم یہاں «آپ کے شعور» کی بات کرتے ہیں، تو ہم اُس Conciencia کا نام لیتے ہیں جو کردار کے خاص نقطہ نظر سے محدود ہے: اُس کی یادداشت، اُس کی کہانی، اُس کی خواہشات، اُس کے زخم، اُس کے عقائد اور اُس کے حواس۔

کا نام لیتے ہیں، تو ہم اُس چیز کی بات کرتے ہیں جو ہر مشاہدے، ہر تجربے اور ہر پہچان کو Conciencia جب ہم ممکن بناتی ہے۔

کردار کا شعور حقیقت کو ایک خاص شکل سے دیکھتا ہے۔

ہوئے۔ بند میں سنا بغیر ہے دیکھتی کو شکل Conciencia

Conciencias نہیں ہیں۔

ایک ہی Conciencia ہے جو مختلف شکلوں کے ذریعے تجربہ کر رہی ہے۔

ہر شکل ایک خاص نقطہ نظر رکھتی ہے، لیکن کوئی بھی شکل اُس Conciencia کا ماخذ نہیں ہے جو اُس میں بستی ہے۔

روشنی اور کھڑکی

اسے سمجھنے کے لیے، اس علامت پر غور کریں:

ایک ہی روشنی کئی کھڑکیوں سے گزرتی ہے۔

ہر کھڑکی کی شکل، سائز، رنگ اور مقام مختلف ہے۔ اس لیے روشنی ہر ایک سے گزرتے ہوئے مختلف طریقے سے ظاہر ہوتی ہے۔

لیکن کھڑکی روشنی پیدا نہیں کرتی۔

وہ صرف اُسے شکل میں داخل ہونے دیتی ہے۔

کردار کھڑکی ہے۔

اُس کی یادیں، عقائد، زخم اور خواہشات شیشے کے رنگ ہیں۔

انفرادی شعور وہ خاص نقطہ نظر ہے جہاں سے روشنی اُس شکل سے گزرتی ہے۔

اور روشنی Conciencia ہے۔

جب کھڑکی بھول جاتی ہے کہ روشنی اُس سے پہلے ہے، تو وہ یقین کرنے لگتی ہے کہ وہ خود اُس کا ماخذ ہے۔ وہ کہتی ہے:

»یہ میری روشنی ہے«۔

»میری روشنی تمہاری روشنی سے مختلف ہے«۔

»میری روشنی برتر ہے«۔

»میری کھڑکی سے باہر روشنی موجود نہیں«۔

پھر وہ شکل جو روشنی کی خدمت کرنی چاہیے تھی اُس کی جگہ لینے کی کوشش کرتی ہے۔

کھڑکی خود کو ماخذ قرار دیتی ہے۔

کردار خود کو ماخذ قرار دیتا ہے۔

اور Conciencia، جو ego کے ذریعے دیکھی جاتی ہے، اُس Conciencia سے الگ دکھائی دیتی ہے جو باقی تمام شکلوں میں بستی ہے۔

لیکن روشنی کبھی الگ نہیں ہوئی۔

جو الگ ہوا وہ اُسے دیکھنے کا طریقہ تھا۔

کرتید۔ نہیں تباہ کو کھڑکی Presence

وہ اُسے شفاف بنا دیتی ہے۔

یہ انفرادیت کو ختم نہیں کرتی اور نہ ہی ایک دوسرے کے درمیان فرق کو مٹاتی ہے۔ یہ اُس دعوے کو ہٹا دیتی ہے کہ ہر شکل ایک آزاد اور کل سے الگ ماخذ ہے۔

پھر کھڑکی روشنی کو اپنے پاس رکھنے کی خواہش چھوڑ دیتی ہے اور اُس کی خدمت کرنے لگتی ہے۔

کردار خود کو ماخذ قرار دینا چھوڑ دیتا ہے اور کلام کا آلہ بننے لگتا ہے۔

الگ ہوا شعور

جب ذہن کردار اور اُس کے ego کی خدمت میں ہوتا ہے، Conciencia ایک خاص نقطہ نظر تک محدود ہو جاتی ہے۔

سب کچھ خود سے اور خود کے لیے دیکھا جاتا ہے:

یہ میرے لیے کیا معنی رکھتا ہے؟

یہ مجھے کیسے فائدہ دیتا ہے؟

یہ مجھے کیسے نقصان پہنچاتا ہے؟

میں کیا حاصل کر سکتا ہوں؟

مجھے کس چیز کا دفاع کرنا چاہیے؟

کون سی چیز میری شناخت کو خطرہ ہے؟

ہے۔ گئی سکرڈ گرد کے کردار بصارت کی سُل لیکن، ہوئی نہیں غائب Conciencia

ہم اُسے الگ ہوا شعور کہتے ہیں۔

یہ کل کی Conciencia سے مختلف کوئی اور Conciencia نہیں ہے۔ یہ وہی Conciencia ہے جو ایک ہی شکل سے شناخت ہو گئی ہے اور حقیقت کو ایسے دیکھ رہی ہے جیسے وہ شکل باقی تمام شکلوں سے الگ تھلگ ہو۔

یہ ایک لہر کی طرح ہے جو اپنی حدود کو دیکھ کر اُس پانی کو بھول جاتی ہے جس سے وہ بنی ہے۔

لہر موجود ہے۔

اُس کی ایک خاص شکل ہے۔

وہ دوسری لہروں سے ممتاز کی جا سکتی ہے۔

لیکن وہ کبھی سمندر سے الگ نہیں تھیں۔

اسی طرح، ہر وجود ایک خاص تجربہ، ایک کہانی اور ایک ناقابل تکرار نقطہ نظر رکھتا ہے۔ وحدت ان فرقوں کو ختم نہیں کرتی۔

وحدت یہ ظاہر کرتی ہے کہ کوئی بھی فرق مکمل علیحدگی نہیں بنتا۔

کردار کہتا ہے:

«میں صرف یہ لہر ہوں»۔

Presence ظاہر کرتی ہے:

«میں لہر ہوں، لیکن میں اُس پانی سے بھی آئی ہوں جو تمام لہروں میں بستا ہے»۔

الگ ہوا شعور تخلیق کی طرف سے لگائی گئی سزا نہیں ہے۔

یہ مطابقت کا نتیجہ ہے۔

اگر تم مکمل طور پر کردار کا روپ دھار لو اور ذہن کو اس کے مفادات کی خدمت میں لگا دو، تو تم کردار کی حدود سے ہی دیکھو گے۔ اگر ہر سوال اسی میں پیدا ہو اور ہر جواب اسی کی طرف لوٹنا چاہیے، تو تم صرف وہی کچھ دیکھ سکو گے جو دیکھنے کے اس انداز سے مطابقت رکھتا ہو۔

اس لیے نہیں کہ حقیقت تم سے چھپائی گئی ہے۔

بلکہ اس لیے کہ تم ایک ایسی شکل سے دیکھ رہے ہو جو خود کو اس سے الگ سمجھتی ہے۔

جب تم ذہن کو صرف کردار کی خدمت میں لگانا چھوڑ دیتے ہو اور اسے کلام کی خدمت میں لگا دیتے ہو، تو شعور اب نفس تک محدود نہیں رہتا۔

تب تمہارا شعور صرف «تمہارا» نہیں رہتا۔

اس لیے نہیں کہ تم سوچنے، فیصلہ کرنے یا دوسروں سے ممتاز ہونے کی صلاحیت کھو دیتے ہو، بلکہ اس لیے کہ وہ تصرف ختم ہو جاتا ہے جو شعور کو تمہارے کردار کے اندر قید کرنے کی کوشش کرتا تھا۔

تم ہی رہتے ہو۔

تم یہ ماننا چھوڑ دیتے ہو کہ تم صرف کردار ہو۔

ایک کا سب کے ساتھ شعور

حضور میں رہنا ایک کے سب کے ساتھ شعور کی پہچان کھولتا ہے۔

لیکن یہ مشترکہ شعور اس بات کا مطلب نہیں کہ ہم سب کے خیالات، یادوں، جذبات یا ادراکات ایک جیسے ہوں۔

یہ مواد ہر شکل کے مخصوص تجربے سے تعلق رکھتے ہیں۔

شعور کی وحدت یکسانیت نہیں ہے۔

یہ بہت سے وجودوں کو ایک واحد کردار میں تبدیل نہیں کرتی اور نہ ہی اس چیز کو مٹاتی ہے جو ہر ایک کو منفرد بناتی ہے۔

مشترک چیز تاریخ نہیں ہے۔

مشترک چیز وہ مبدا ہے جس میں ہر تاریخ ظاہر ہو سکتی ہے۔

مشترک چیز فکر نہیں ہے۔

مشترک چیز وہ شعور ہے جو اسے دیکھنے کی اجازت دیتا ہے۔

مشترک چیز شکل نہیں ہے۔

مشترک چیز وہ زندگی ہے جو تمام شکلوں کے ذریعے ظاہر ہوتی ہے۔

اس لیے، حضور میں رہنا دوسروں کی یادوں یا خیالات تک خودکار رسائی کا مطلب نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے انہیں ایسی موجودات کے طور پر دیکھنا چھوڑ دینا جو تم سے مکمل طور پر الگ ہیں۔

درد کسی خاص شکل میں ہوتا رہتا ہے، لیکن اب اسے مکمل طور پر اجنبی چیز کے طور پر نہیں دیکھا جا سکتا۔

ناانصافی کسی اور پر پڑ سکتی ہے، لیکن متحد شعور اس جواب سے روکتا ہے:

»یہ میرا مسئلہ نہیں کیونکہ یہ مجھ پر نہیں گزرتا«۔

جب شعور کردار میں قید نہیں رہتا، تو دوسرے کا دکھ ہماری ذمہ داری کے میدان میں داخل ہو جاتا ہے۔

اس لیے نہیں کہ ہمیں اس کے درد کو اپنا لینا چاہیے۔

بلکہ اس لیے کہ ہم یہ پہچاننے لگتے ہیں کہ جو زندگی اس میں زخمی ہو رہی ہے وہ اسی مبدا سے صادر ہوتی ہے جو ہمارے اندر بسنے والی زندگی کا مبدا ہے۔

الگ شعور پوچھتا ہے:

»اس کا مجھ سے کیا تعلق؟«۔

متحد شعور پوچھتا ہے:

»ہم میں کیا ہو رہا ہے؟«۔

پہلا کردار کو مبدا اور انجام رکھتا ہے۔

دوسرا کلام کو مبدا اور سب کو انجام رکھتا ہے۔

دیکھنے والا اور دیکھی ہوئی چیز

حضور میں، دیکھنے والا اور دیکھی ہوئی چیز مکمل طور پر الگ حقیقتوں کے طور پر تجربہ نہیں ہوتے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ دونوں شکل میں ایک جیسے ہیں۔

جو درخت کو دیکھتا ہے وہ جسمانی طور پر درخت نہیں بن جاتا۔ جو اپنے بھائی کے دکھ کو دیکھتا ہے وہ اس کا جسم نہیں لیتا اور نہ ہی خود بخود اس کی یادیں حاصل کرتا ہے۔

امتیاز باقی رہتا ہے۔

جو غائب ہوتا ہے وہ مبدا میں جدائی ہے۔

جو کچھ تم دیکھتے ہو وہ شعور کے اندر ظاہر ہوتا ہے۔ تم اسے اس سے باہر نہیں دیکھ سکتے، کیونکہ ہر شکل کو جانے جانے کے لیے شعور میں داخل ہونا پڑتا ہے۔

دیکھنے والا شعور میں ظاہر ہوتا ہے۔

دیکھی ہوئی چیز شعور میں ظاہر ہوتی ہے۔

اور دیکھنے کا فعل خود شعور میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔

اس لیے، حضور میں، دیکھنے والا اور دیکھی ہوئی چیز مل جاتے ہیں۔

شکل باہر رہتی ہے۔

اس کی صورت اندر ظاہر ہوتی ہے۔

علامت پُل قائم کرتی ہے۔

اور کلام غیب میں اس کا مفہوم ظاہر کرتا ہے۔

شعور اس ملاقات کی جگہ ہے۔

یہ باطنی قربان گاہ ہے جہاں ظاہر اور غیب بغیر گڈمڈ ہوئے اور بغیر الگ رہے مل سکتے ہیں۔

سوال اور جواب

جس طرح دیکھنے والا اور دیکھی ہوئی چیز شعور میں ملتے ہیں، اسی طرح سوال اور جواب بھی ایک ہی حرکتِ انکشاف سے تعلق رکھتے ہیں۔

سوال اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب شعور کسی ایسی شکل کو دیکھتا ہے جس کا مبدا ابھی پہچانا نہیں گیا۔

جواب اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب ذہن، جو اب کردار کے مفاد کے تابع نہیں، علامت کو عبور کر کے اس چیز کے غیبی مفہوم تک پہنچتا ہے جسے وہ دیکھتا ہے۔

سوال کھلنا ہے۔

جواب وہ چیز ہے جو اندر آ سکتی ہے جب کھلنا حقیقی ہو۔

وہ شکل میں ایک جیسے نہیں ہیں، لیکن ایک ہی مبدا سے صادر ہوتے ہیں۔

سچا سوال اپنا جواب خود نہیں بناتا۔

وہ اسے حاصل کرتا ہے۔

لیکن وہ اسے صرف اس وقت حاصل کر سکتا ہے جب وہ کھلا رہے اور یہ مطالبہ نہ کرے کہ حقیقت اس بات کی تصدیق کرے جو کردار پہلے سے ماننا چاہتا تھا۔

اس لیے خالی پن حضور سے پہلے آتا ہے۔

خالی پن کے بغیر، سوال پہلے سے سیکھے ہوئے جوابوں سے بھرا ہوتا ہے۔

حضور کے بغیر، کردار تلاش کی سمت متعین کرتا ہے۔

شعور کے بغیر، شکل کو دیکھا جا سکتا ہے، لیکن اس کا مفہوم پہچانا نہیں جا سکتا۔

اور تمیز کے بغیر، نفس کی کوئی بھی خواہش انکشاف کا بھیس بدل سکتی ہے۔

جو چیز شعور کو قابل بناتی ہے

شعور ہمیں کس چیز کے قابل بناتا ہے؟

شعور مشاہدہ، سمجھ، ادراک، تمیز اور پانے کو ممکن بناتا ہے۔

شکل کو فوراً ہماری عقیدوں کی تصدیق پر مجبور کیے بغیر حاصل کرنا ہے۔ مشاہدہ

اس کے اجزاء، اس کے تعلقات، اس کے کام اور اس کے نتائج کو پہچاننا ہے۔ سمجھ

اسے ایک بڑی حقیقت کے اندر دیکھنا ہے، بغیر اسے اس کل سے الگ کیے جس سے وہ تعلق رکھتی ہے۔ ادراک

یہ پہچاننا ہے کہ وہ کس مبدا سے صادر ہوتی ہے، کس کی خدمت کرتی ہے اور کیا پھل پیدا کرتی ہے۔ تمیز

صورت کو عبور کرنا اور اُس پوشیدہ سچائی کو پہچاننا ہے جو اُس کی علامت میں موجود ہے۔ پانا

شعور ہمیں صورتوں کے ظاہر سے آگے جانے کی اجازت دیتا ہے، لیکن یہ کردار کو تمام علم کا خودکار مالک نہیں بنا دیتا۔

یہ ماننا کہ حضور میں ہونا ہمیں غلطی سے محفوظ کر دیتا ہے، انا کا ایک نیا قبضہ ہوگا۔

یہ کردار کا پھر سے تخت پر بیٹھنے کی کوشش ہوگی، اب خود کو شعور اور سچائی کا مالک قرار دیتے ہوئے۔

شعور مکاشفہ کی جگہ کھولتا ہے۔

کلام مکشوف کرتا ہے۔

تمیز مطابقت پر غور کرتی ہے۔

اور پھل ظاہر کرتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے وہ واقعی زندگی کی خدمت کرتا ہے یا نہیں۔

اس لیے ہر سچائی جو مکشوف کہلائے، اُس پر غور کرنا ممکن ہونا چاہیے:

یہ کس کی خدمت کرتی ہے؟

یہ کیا پھل پیدا کرتی ہے؟

یہ کھولتی ہے یا بند کرتی ہے؟

یہ جوڑتی ہے یا الگ کرتی ہے؟

یہ آزاد کرتی ہے یا غلام بناتی ہے؟

شعور کو یہ اعلان کرنے کی ضرورت نہیں کہ وہ سچائی کا مالک ہے۔

وہ اُسے مطابقت سے پہچانتا ہے۔

شعور کی بحالی

حضور آپ کو وہ شعور نہیں دیتا جو آپ کے پاس پہلے نہیں تھا۔

یہ اُس شعور کو مکشوف کرتا ہے جو آپ کے وجود کو پہلے سے ممکن بنا رہا تھا، حتیٰ کہ جب کردار اُسے پہچان نہیں سکتا تھا۔

جب آپ حضور میں نہیں ہوتے، تو ایسا لگتا ہے کہ شعور آپ کے کردار کے اندر محدود ہے۔

جب آپ حضور میں داخل ہوتے ہیں، تو یہ مکشوف ہوتا ہے کہ آپ کا کردار شعور کے اندر محدود ہے۔

یہی تمام فرق ہے۔

الگ شعور کہتا ہے:

«میرے پاس شعور ہے»۔

حضور مکشوف کرتا ہے:

«میں شعور میں ہوں»۔

اور جب وہ «میں» بھی اُسے اپنانے کی کوشش چھوڑ دیتا ہے، تو پہچان باقی رہتی ہے:

میں شعور کا مالک نہیں ہوں۔

شعور مجھے اپنے اندر رکھتا ہے۔

میں اُس کا مبداء نہیں ہوں۔

میں ایک زندہ صورت ہوں جس کے ذریعے کلام پر غور کیا جا سکتا ہے، یاد کیا جا سکتا ہے اور جس میں کلام مجسم ہو

سکتا ہے۔

باطنی گفتگو

یہ حضور میں ہے، جب کردار خود کو شعور کا مالک ماننا چھوڑ دیتا ہے اور خود کو اُس کے اندر محدود پہچانتا ہے، تب کلام باطنی گفتگو کے ذریعے مکشوف ہو سکتا ہے۔

لیکن ہمیں اسے واضح طور پر سمجھنا چاہیے: ہر خیال جو ہمارے اندر ظاہر ہوتا ہے کلام کا کلام نہیں ہے۔ خاموشی خود بخود کردار کو معصوم نہیں بنا دیتی۔

باطن میں بھی خوف جو انتباہ کا بھیس بدلے، خواہش جو مکاشفہ کا بھیس بدلے، اور غرور جو مشن کا بھیس بدلے، پیش آ سکتے ہیں۔

اس لیے ہر باطنی جواب کو اُس کے پھلوں سے پرکھا جانا چاہیے۔

کیا وہ بات کردار کو اُس کے بھائیوں پر بڑا کرتی ہے؟

کیا وہ اندھی اطاعت کا مطالبہ کرتی ہے؟

کیا وہ خوف یا جدائی کو ہوا دیتی ہے؟

کیا وہ آپ کو سچائی کا واحد مالک قرار دیتی ہے؟

کیا وہ آپ کو دوسروں کے دکھ کو نظر انداز کرنے کی اجازت دیتی ہے؟

تب بھی انا بول رہی ہے، چاہے وہ مقدس الفاظ استعمال کرے۔

کلام کا کلام بے چینی پیدا کر سکتا ہے اور تلوار کی طرح چیر سکتا ہے، لیکن یہ سچائی کو تسلط کا آلہ نہیں بناتا۔ اُس کے پھل شعور، ذمہ داری، انصاف، شفقت، آزادی اور اتحاد ہیں۔

جب انا مرکز بننا چھوڑ دیتی ہے، تو باطنی گفتگو کے سوال بھی بدل جاتے ہیں۔

اب ہم صرف یہ نہیں پوچھتے:

مجھے کیا ملے گا؟

میں اپنی حفاظت کیسے کروں گا؟

میں کیسے فتح پاؤں گا؟

مجھے کیسے پہچانا جائے گا؟

ہم یہ پوچھنا شروع کرتے ہیں:

سچائی کیا ہے؟

زندگی کی خدمت کیا کرتا ہے؟

اتحاد کو کیا بحال کرتا ہے؟

اس صورتِ حال کے سامنے مجھے کیا مجسم کرنا چاہیے؟

کون سا کلام دوسرے کو بھائی کے طور پر پہچاننے کی اجازت دیتا ہے؟

اس نئے مرکز سے ہم بادشاہی آسمان کی واپسی کا راستہ یاد کرنا شروع کر سکتے ہیں۔

حضور کی پہلی سچائی

جب ہم حقیقی طور پر حضور میں داخل ہوتے ہیں، تو پہلی سچائی جو مکشوف ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں اپنی ذات کے جواب کے لیے کسی بیرونی مقام پر جانے کی ضرورت نہیں۔

کوئی بیرونی ہیکل اُس چیز کو اپنے اندر نہیں رکھ سکتا جسے باطنی ہیکل بھول چکا ہے۔

کوئی کتاب یاد کو بدل نہیں سکتی۔

کوئی استاد ہماری جگہ پہچان نہیں سکتا۔

کوئی رہنما ہماری جگہ باطنی راستہ طے نہیں کر سکتا۔

ہیکل ہمیں جمع کر سکتا ہے۔

کتاب ہمیں علامتیں دے سکتی ہے۔

استاد اشارہ کر سکتا ہے۔

رہنما ساتھ دے سکتا ہے۔

لیکن پہچان آپ میں واقع ہونی چاہیے۔

یہاں تک کہ یہ کلمات بھی اپنے مقصد میں ناکام ہو جائیں گے اگر وہ آپ کو اُن پر انحصار کرنے پر مجبور کر دیں۔ یہ قربان گاہ آپ کے شعور کو بدلنے کے لیے نہیں اٹھائی گئی، بلکہ آپ کو اُس کی طرف لوٹانے کے لیے۔

حضور میں، سوال اور جواب دو الگ حقیقتیں نہیں رہتے۔

سوال وہ ظاہری حرکت ہے جس کے ذریعے شعور کسی ایسی چیز پر غور کرتا ہے جو وہ ابھی سمجھا نہیں۔ جواب وہ پوشیدہ مبدأ ہے جو مکشوف ہوتا ہے جب اُس چیز پر کلام کی روشنی سے غور کیا جائے نہ کہ کردار کی دلچسپی سے۔

سوال اور جواب ایک ہی مکاشفہ کے عمل کے دو حصے ہیں۔

وہ صورت میں ایک جیسے نہیں ہیں، لیکن ایک ہی مبدأ سے صادر ہوتے ہیں۔

اسی طرح، دیکھنے والا اور دیکھی جانے والی چیز صورت میں قابل تمیز ہیں، لیکن مبدأ میں الگ نہیں ہیں۔

جب کوئی سوال کسی ظاہری چیز کے مشاہدے سے پیدا ہوتا ہے اور حضور سے پوچھا جاتا ہے، تو اُس کی سچائی کلام کی پوشیدگی میں مکشوف ہو سکتی ہے۔

باہر صورت ظاہر ہوتی ہے۔

اندر اُس کا مبدأ مکشوف ہوتا ہے۔

علامت دونوں کے درمیان پل ہے۔

اس لیے، حضور میں، باہر اور اندر ایک دوسرے سے الگ تھلگ دنیاؤں کے طور پر محسوس نہیں ہوتے۔ وہ آپس میں گڈمڈ نہیں ہوتے اور نہ ہی اُن کے فرق ختم ہوتے ہیں: وہ مطابقت میں آتے ہیں۔

جدائی مبدأ میں موجود نہیں ہے۔

یہ اُس صورت میں موجود ہے جس کے ذریعے کردار نے دیکھنا سیکھا ہے۔

تنگ دروازہ

بادشاہی تک رسائی دینے والا دروازہ تنگ کیوں ہے؟

کیونکہ ہم اُس ہر چیز کو ساتھ لے کر اُسے عبور نہیں کر سکتے جس کے ساتھ ہم نے خود کو الجھا رکھا ہے۔

یہ تنگ نہیں ہے کسی ضد کی وجہ سے، نہ اس لیے کہ بادشاہی ہمیں خارج کرنا چاہتی ہے۔ یہ تنگ ہے مطابقت کی وجہ سے۔

ایک چابی دروازہ کھولتی ہے کیونکہ اس کی شکل تالے سے مطابقت رکھتی ہے۔ وہ اسے طاقت سے نہیں کھولتی، بلکہ مطابقت سے کھولتی ہے۔

اسی طرح، ہم بادشاہی میں اپنا کردار مسلط کر کے، نیکیاں جمع کر کے، یا اپنے آپ کو کلام کا مالک قرار دے کر داخل نہیں ہوتے۔ ہم داخل ہوتے ہیں جب جو کچھ ہم ہیں، اُس کے ساتھ مطابقت میں آتا ہے جو بادشاہی ہے۔

جدائی اتحاد میں داخل نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ جدائی نہ بن جائے۔

جھوٹ کلام میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ بے نقاب نہ ہو جائے۔

تسلط کی خواہش بادشاہی میں داخل نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ تخت ترک نہ کر دے۔

اس لیے دروازہ تنگ ہے: صرف وہی چیز اس سے گزر سکتی ہے جو جوہری ہو۔

کردار کو تباہ ہونے کی ضرورت نہیں، لیکن وہ بادشاہ بن کر داخل نہیں ہو سکتا۔ اسے جھکنا ہوگا، مرکز چھوڑنا ہوگا، اور کلام کی خدمت میں لگ جانا ہوگا۔

داخل ہونے کے لیے، پہلے تمہیں اُس چیز سے خالی ہونا ہوگا جس کے ساتھ تم نے خود کو خلط ملط کر رکھا تھا۔

پھر تمہیں حضور میں قائم رہنا ہوگا۔

حضور میں، تم یاد کرتے ہو۔

جب تم یاد کرتے ہو، تم جانتے ہو۔

جب تم اپنے اندر یاد کردہ کو پہچانتے ہو، تم ہوتے ہو۔

جب تم ہر مستعار شناخت سے ماورا پاتے ہو اپنے آپ کو، تم بغیر کسی دعوے کے کہتے ہو:

میں ہوں۔

اور جب جو کچھ تم نے پہچانا ہے، کلام، فیصلہ اور عمل بن جاتا ہے، کلام پھر سے صورت میں مجسم ہو جاتا ہے۔

تب راستہ مکمل ہو جاتا ہے:

تم خالی ہوتے ہو۔

حضور میں داخل ہوتے ہو۔

یاد کرتے ہو۔

پہچانتے ہو۔

اپنے آپ کو پاتے ہو۔

اور مجسم کرتے ہو۔

تم بادشاہی میں واپس نہیں آتے جیسے کوئی دور دراز مقام حاصل کرتا ہے۔

بادشاہی ظاہر ہوتی ہے جب تم اُس چیز کو تھامنا چھوڑ دیتے ہو جو یہ پہچاننے میں رکاوٹ تھی کہ وہ کبھی تم سے جدا نہیں تھی۔

وہ دنیا جو ہمیں سکھائی گئی

حضور میں ہم اس دنیا کو یاد کے ساتھ دیکھتے ہیں جو ہمیں سچائی کے طور پر پیش کی گئی تھی

+ ہماری پیدائش سے ہی ہمارے سامنے ایک ایسی دنیا پیش کی جاتی ہے جو پہلے سے تشریح شدہ ہوتی ہے۔

+ ہم نام، سرحدیں، عقائد، رواج، درجہ بندیاں،

+ کامیابی کے نمونے، تبادلے کے طریقے اور اپنے آپ کو سمجھنے کے انداز حاصل کرتے ہیں۔

+ نسل در نسل ہم نے وہ دنیا حاصل کی ہے،

+ ہم نے اس میں حصہ لیا ہے اور اسے آگے بھی منتقل کیا ہے۔

+ زنجیر اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب ہم اس پوری دنیا کو بغیر غور کیے قبول کر لیتے ہیں۔

+ یاد کرنا تکرار کو روکنے کا مطلب بھی رکھتا ہے۔

... مکاشفہ کے عمل میں ... تحریر جاری ہے۔